نقشِ آغاز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امامِ صدق وصفا زعیمِ جہاد وعزیمت

مولانا مفتی محمودؒ

رفتم واز رفتنم یک عالمے تاریک شد　　من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم

واویلاہ ۔ وامصیبتاہ ۔ حیف صد حیف ۔ ۱۴ ذی الحجہ کو چودھویں صدی کا ٹمٹماتا ہوا چراغِ آخر شب اپنے ساتھ علم وعمل اور جہاد وسیاست کا ایک ایسا تابندہ ودرخشندہ ستارہ بھی لیکر رخصت ہوا جو ایک عرصہ سے ہر نازک بحرانی اور ظلماتی لمحات میں ہدایت ورہنمائی کا پیغام اور مینار رشد وہدایت بن جاتا تھا۔ ظلم وعدوان سے برسرِ پیکار قوتوں کے لئے اس کا وجود مرکزِ ثقل اور اسلام وشریعت کی بالادستی سے سرشار طاقتوں کے لئے اسکی ذات سنگِ میل رہتی جو علمی ودینی قومی وملّی کاموں کیلئے ایک قطب الرحّی بن گئے تھے اور جو پاکستان کے مختلف صوبوں اور علاقوں میں ملکی اتحاد ویکجہتی کی علامت اور یکتا ومنفرد قدرِ مشترک بن چکے تھے اور جس نے اپنے وجود اور دلآویز شخصیت کی شکل میں دین وسیاست کا ایک ایسا حسین امتزاج پیش کیا جس نے عملاً دین وسیاست کی دوئی کو مٹا کر رکھ دیا۔ اور جس نے اپنی متنوع اور جامع شخصیت کی صورت میں یہ ثابت کر دکھایا کہ قدیم علوم وفنون اور اسلامی مدارس کا ایک فارغ التحصیل مولوی عصرِ حاضر کے نہایت عیارانہ اور شاطرانہ جمہوری ماحول مغرب کی میکیاولی سیاست کی فضا میں کس ہوشمندی تدبّر وبصیرت، وقار ومتانت اور دیانت وامانت کے اصولوں اور مومنانہ صفات کو سینہ سے لگاتے ہوئے بھی قائدانہ اہلیت وصلاحیت کے ساتھ ماحول پر غالب آسکتے ہیں۔

علماء جنہیں معاشرہ کا عضوِ معطّل ملائے مسجد ومکتب اور "دو رکعت کا امام" سمجھا اور بنایا گیا تھا۔ اور آج اسے ملکی سیاست اور قومی معاملات کا ایک اہم ترین عنصر سمجھا جا رہا ہے۔ اور کوئی چاہے یا نہ چاہے علماء کرام کی اہلیت اور صلاحیت کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس کا دائرۂ عمل مسجد وخانقاہ سے پھیل کر ایوان حکومت اسمبلی اور ہر سیاسی قومی پلیٹ فارم تک وسیع ہو گیا ہے۔ تو اس انقلاب احوال میں حضرت مفتی محمود صاحب قدس سرہ العزیز کے طویل اور صبر آزما ہمہ پہلو جہاد اور جدوجہد اور روشن وتابناک کردار کا بھی بنیادی دخل ہے۔ اس مخلصانہ اور بے لوث جدوجہد نے مروجہ سیاست کے اطوار وانداز بدل دیئے اور ایک نئی نیو رکھ دی۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے ایسی بے بہا اور بے حد وحساب صلاحیتیں جمع فرما دی تھیں کہ

جس نے واقعی انہیں اس عہد کی تاریخ ساز شخصیت بنا کر رکھ دیا تھا جنہیں دیکھ کر کسی نے سچ کہا ہے کہ آپ کی وفات حقیقت میں صدی کی موت ہے۔

وسیع النظر عالم فقیہ النفس **مفتی** روشن دماغ اور روشن ضمیر رہنما ہمت و استقامت کے کوہِ گراں جرأت و شجاعت کا سدِ آہنی، کسی موقف پر ڈٹ جاتے اور پرائے تو کیا اپنوں نے بھی کبھی ہزار اختلاف رائے ظاہر کیا مگر آپ کی سختی اور استقامت کو ذرا بھر جنبش نہ ہوتی اور وہ گرد و پیش سے متاثر ہوئے بغیر اپنا سفر جاری رکھتے۔ اس کے ساتھ وسعتِ ظرف اور وسیع المشربی اور نرمیٔ مزاج معاملہ فہمی اور عاقبت اندیشی ایسی کہ مختلف الخیال اور مختلف متضاد مکاتبِ فکر کو ساتھ لیکر چلتے اور منزلِ مقصود تک پہنچ کر دم لیتے وہ برصغیر کی سب سے بڑی زوردار اور ہمہ گیر تحریک نفاذِ اسلام کے ہیرو اور قافلہ سالار تھے۔ اس وقت کروڑوں انسانوں نے علماء سیاستدانوں نے انکی قیادت و زعامت پر اعتماد کیا وہ بلندیٔ نگاہ، دلنوازیٔ گفتار اور جان پرسوز کا متاعِ سفر لیکر میر کارواں کی صفات پر پورے اترے وہ چودھویں صدی کے اس قافلۂ صدق و صفا اور کاروانِ جہاد عزیمت کے آخری جرنیل تھے جسے شاہ ولی اللہؒ اور سید احمد شہیدؒ نے ترتیب دیا اور جس کو حافظ ضامن شہید، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے مضبوط اور مستحکم کیا۔ اور جس کے سالاروں میں حضرت شیخ الہندؒ اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ شامل تھے۔ اس جماعتِ حقہ کے شخصیات کو برقرار رکھنے اور اس قافلۂ تسلیم و رضا کے جہاد و عزیمت علم و عمل، استقامت و ایثار اخلاص و قربانی کی امانتیں حضرت مفتی صاحب نے چودھویں صدی کے اختتام پر پندرھویں صدی کی دہلیز تک پہنچا دیں۔ تاکہ نئی صدی میں اپنے قابلِ فخر اسلاف کے مشن پر چلنے والوں کیلئے یہ چیزیں متاعِ عمل اور سرمایۂ نجات بنی رہیں۔ انکی ہمہ گیر اور جامع شخصیت نئی صدی میں دعوتِ عمل کا کام دیتی رہے گی۔ اس ہمہ گیر محبوب و دلآویز شخصیت جس کی صحبتوں اور مجلسوں خلوت و جلوت اور سفر و حضر کی رفاقتوں اور کفش برداریوں کا اس غمزدہ کو ایک طویل موقع اللہ تعالےٰ نے دیا اور جو کبھی کبھی شفقت و محبت کی وجہ سے ؏ کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ۔ کا مصداق بھی بن جاتا تھا۔ اس کا یکایک دنیا سے اٹھ جانا، اللہ اکبر — وقعت الواقعۃ — قیامت صغریٰ سے کسی طرح کم نہیں۔ ایسے میں قلم و قرطاس اور ذہن و دماغ ماؤف و مفلوج ہو کر بیانِ جذبات اور اظہارِ احساسات سے اعترافِ عجز کر دیں تو کیا تعجب ہو۔ آج ڈیڑھ ماہ اس سانحۂ ہائلہ کو گذرا ہے۔ مگر قلم نے اپنے آپ کو اتنا عاجز و درماندہ کبھی نہ سمجھا تھا اور یہی عجز و تعطل پرچہ کی تاخیر کا بھی سبب بن رہا ہے۔ وہ جو محبت اور عظمت کے چراغ گل کر کے رخصت ہوئے تو خدام و عشاق نے بھی کچھ عرصہ کیلئے محفلِ زیست کی شمعیں بجھا دیں تو انہیں سزاوارِ ملامت نہ سمجھا جائے۔

من المومنین رجالٌ صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ   فمنھم من قضیٰ نحبہٗ ومنھم من ینتظر